تحریکِ پاکستان کے حوالے سے عوام کا نظریاتی شعور

(تاریخی تناظر میں)

*رفعی شفیق

*آسیہ شبیر

ABSTRACT

Ideology of Pakistan is based on two nation theory that means, to save the distinct religious, political, economic, cultural and social identity of the Muslims of subcontinent .So we can say that the basis of ideology of Pakistan was Islam. The Indian Muslims were very well awared of their aim. They wanted a separate state where they can apply the rule of sovereignty of Allah and teachings of Quran and Sunnah. The most raised slogan was "what mean of Pakistan? لا الہ الا اللہ". - But after the creation of Pakistan some secular groups argued that this slogan was created by some "mullahs" for their benefits after the creation of Pakistan and it was not raised ever before. These secular groups want to create confusion and dubiousness in minds of Pakistani people especially in new generation about two nation theory, Muslim nationalism, Islamic identity and ideological approach of Pakistan. For this purpose they are using some print and electronic media groups and destroying the Pakistan's Islamic ideological basis as well as Pakistan movement's history.

This article can help to know what the aim of secular groups is and why media is creating ambiguity in the minds of new generation. It would be proved that, before partition the level of ideological approach of Muslims was higher than now. The methodology of research would be descriptive and analytical. Along with interviews and survey, basic books are consulted regarding the ideology of Pakistan and Pakistani movement written before and after the creation of Pakistan.

Keywords: Ideology of Pakistan, Two Nation Theory, Islam, Indian Muslims, Sovereignty of Allah, Teachings of Quran.

عصرِ حاضر میں پاکستانی عوام خصوصاً نئی نسل کو نظریہ پاکستان اور دو قومی نظریے سے واقفیت حاصل ہے؟ کیا ایک عام پاکستانی میں اسلامی نظریہ حیات کو فروغ حاصل ہو رہا ہے یا تہذیبی معنویت اور حقیقی مذہبی رُجحانات اپنا

* ریسرچ سکالر، لاہور کالج برائے خواتین یونیورسٹی (شعبہ علوم اسلامیہ)، لاہور برقی پتا: islahedu.pk@gmail.com

** اسسٹنٹ پروفیسر، شعبہ علوم اسلامیہ لاہور کالج برائے خواتین یونیورسٹی، لاہور

تاریخ موصولہ: ۱۲/۳/۲۰۱۷ء

وجود کھو رہے ہیں؟ تحریک پاکستان کے دوران عوام کے نظریاتی شعور کی سطح کتنی بلند تھی؟ ان سوالات کے جوابات کے لیے یہ جاننا ضروری ہے کہ برصغیر کے مسلمانوں میں نظریاتی شعور کا ارتقاء کب، کیسے اور کن حالات میں ہوا اور حقیقتاً نظریاتی شعور کیا ہے؟ شعور کے معنی ''ادراک، خیال، تصور، جاننا، علم، فہم اور وجدان'' کے ہیں۔[1] اللہ تعالیٰ نے پیدائشی طور پر انسان کو سوچنے سمجھنے کی صلاحیت دی تاکہ وہ صحیح اور غلط، حق و باطل میں فرق کر سکے۔ یہ فکری و ذہنی صلاحیت ''شعور'' کہلاتی ہے۔ یوں ایک مسلمان کو نظریاتی شعور کا ادراک قرآن مجید سے حاصل ہوتا ہے۔ اِسی فکری دعوت قرآنی نے ہی برصغیر کے مسلمانوں میں یہ احساس باقی رکھا کہ وہ ہندوؤں سے دینی، معاشرتی، قومی، سیاسی و معاشی طور پر مختلف ہیں۔ یہ انفرادیت نہ صرف دو قومی نظریے کی بنیاد بنی بلکہ علیحدہ مسلم ریاست پاکستان کے قیام کی وجہ بھی یہی انفرادی شعور تھا۔ تاریخی تناظر میں دیکھا جائے تو اِسلام جب برصغیر میں متعارف ہوا تو اُس وقت ہندو مت دوسرے ادیان مثلاً بدھ مت اور جین مت کو نہ صرف متاثر بلکہ اپنے اندر جذب بھی کر چکا تھا مگر یہی ہندو مت اسلام کو اپنے اندر ضم نہ کر سکا۔ محمد سرور اپنی کتاب میں اس کی وجوہات کے بارے میں لکھتے ہیں کہ:

''ان نو واردوں کی ذہنیت پر اسلام غالب تھا۔ وہ جس چیز کو اپنی ذہنیت کے خلاف پاتے اسے ردّ کر دیتے اور جو چیز اِن کے رُجحان کے مطابق ہوتی اُسے قبول کرتے۔ اس رد و قبول میں مسلمانوں کی اپنی شخصیت محفوظ رہی۔ یوں ان لوگوں کو ہندو تہذیب اپنا نہ سکی جس طرح اپنے سے پہلے آنے والوں کو اپنے اندر رنگ دیا تھا اور انہیں اپنے سماج کا حصہ بنالیا تھا''۔[2]

برصغیر میں اسلام نے ابتدائی صدیوں سے ہی اپنی انفرادیت کو قائم رکھا اور دین اسلام کی خوب اشاعت ہوئی۔ ''آبِ کوثر'' کے مصنف اس کی اہم وجوہات میں مسلم حکمرانوں کی رواداری، دینِ اسلام کی فطری تعلیمات اور ہندوؤں کے ذات پات و برہمنی تقسیم کے نظام کا ردّ لکھتے ہیں۔[3] دونوں قوموں کے معاشرتی ملاپ سے جہاں ہندو معاشرت متاثر ہوئی وہاں مسلمانوں نے بھی ہندوؤں کے بعض رسم و رواج کو اپنایا مگر قومی و ملّی انفرادیت قائم رکھی۔ ڈاکٹر تاراچند اپنی کتاب میں اس بات کی تائید کرتے ہیں کہ، ''اس میں شک نہیں کہ کلچرل مفاہمت کا دروازہ کھلا لیکن اس سے قومی بیداری پیدا نہ ہو سکی کیوں کہ وہ سخت سانچے جن کے اندر گروہ اور فرقے بند تھے وہ ان کو ملنے جلنے کی اجازت نہیں دیتے تھے''۔[4]

ہندوستان میں خاص طور پر آٹھویں صدی ہجری میں لودھیوں کے دورِ حکومت میں ایسے فرقے پیدا ہوئے جنھوں نے دونوں مذاہب کو ملانے کی کوشش کی۔ اصل میں ان فرقوں نے چھٹی صدی میں مسلمان صوفیوں کے رواداری کے رنگ کو اختیار کیا۔ ان بزرگوں میں ''کبیر'' (۱۵۱۸۔۱۴۴۰) سب سے پہلے تھے جو شیخ تقی سہروردی

کے خلیفہ تھے۔ جنھوں نے سب سے پہلے ہندی زبان میں عبور حاصل کیا۔ بعد میں ان کی تقلید گورونانک نے کی۔ شیخ محمد اکرام اس حوالے سے یوں رقم طراز ہیں کہ، "ہندو اور مسلمان دونوں آپ کے معتقد تھے۔ ہر ایک آپ کو اپنے میں شمار کرتا طریق ان کا اذکار و اشغال میں بالکل اہلِ اسلام کے مطابق ہے مگر الفاظ کا فرق ہے۔ بابا نانک کی تعلیمات کبیر کی تعلیمات سے کئی باتوں میں ملتی جلتی ہیں"۔[۵] دونوں مذاہب کے عقائد کو ملانے کی یہ کوشش "بھگتی تحریک" کی صورت میں بھی نمایاں ہوئی جس سے مذہب میں بدعات اور تغیرات نے جنم لیا۔

شیخ محمد اکرام تاراچند کے حوالے سے لکھتے ہیں کہ، "بھگتی کی تعلیمات ایک لحاظ سے اپنشد اور بھاگوت گیتا کی تعلیمات پر مبنی تھیں لیکن ازمنہ وسطیٰ میں اس کی مقبولیت اسلامی اثرات کی وجہ سے ہوئی اور کئی پہلو تو اسلام سے اخذ کیے گئے تھے۔۔۔ اشاعت اسلام کا کام صوفیوں نے، جو آزاد خیال اور روادار ہوتے تھے، شروع کیا۔ ہندوؤں نے بھی اس رنگ کو اختیار کر لیا۔ رامانند، گورونانک سوامی چتینا اِسی قسم کے گورو تھے۔ انہوں نے ویدانتی توحید اور متصوفانہ فنافی اللہ کے اُصول عام کیے۔ نتیجہ اُن کے متقدین میں ہی نہیں بلکہ خلفاء میں ہم کو مسلمان نظر آتے ہیں۔ کبیر پنتھی، داؤد پنتھی وغیرہ اس کی زندہ مثالیں ہیں"۔[۶] اس طرح ہندو مسلم ملاپ سے اسلامی تہذیب و نظریات بھی کافی حد تک متاثر ہوئے مگر مسلمان مصلحین کی اکثریت نے عام مسلمانوں میں نظریاتی احساس کو زندہ رکھا۔ مغلوں کے دورِ حکومت خصوصاً اکبر کے زمانے میں متحدہ دین و قومیت کے رُجحانات کو تقویت حاصل ہوئی اور حقیقت میں سیکولر عناصر کا آغاز بھی اِسی دور میں ہوا۔ اکبر کے "وحدۃ الوجود" کے عقیدے، ہندوؤں کے فلسفہ یوگ، ویدانت اور بھگتی کی تحریکوں نے مسلمانانِ ہند کے نظریاتی شعور کو کاری ضرب لگائی تو مسلم مشائخ و مصلحین نے بھی مذہبی، سیاسی اور تعلیمی تحریکوں کا آغاز کیا۔ اِن تمام تحریکوں کا مقصد صرف اور صرف مسلمانوں میں نظریاتی شعور کی حفاظت اور اسلامی نظریہ حیات کے خدوخال کو واضح کرنا تھا۔ نظریاتی و دینی تشخص کی حفاظت کے لیے جو پہلی تحریک شروع ہوئی وہ حضرت مجدد الف ثانی کی تحریک تھی۔ "مجدد الف ثانی نے مسلمانوں میں فکری شعور کو بیدار کیا اور نظریاتی تشخص کی پہچان کروائی جس نے مخلوط دین اور متحدہ قومیت کے پتلے میں جان نہیں پڑنے دی"۔[۷]

سترھویں اٹھارویں صدی میں شاہ ولی اللہ محدث دہلوی کی تحریک نے مسلمانان ہند میں غیر معمولی جوش اور ولولہ پیدا کر دیا۔ مولانا عبید اللہ سندھی اس حوالے سے یوں رقم طراز ہیں کہ "امام ولی اللہ نے مسلمانوں میں ملی شعور کو بیدار کیا۔ امام ولی اللہ نے دہلی کے اعلیٰ طبقے میں علوم و افکار متعارف کروائے۔ آپ کے جانشین امام عبدالعزیز نے متوسط طبقے میں دینی بیداری پیدا کی"۔[۸] کہا جا سکتا ہے کہ یوں نظریاتی احساس کی حقیقی بنیاد حضرت شاہ ولی اللہ دہلوی نے رکھی۔ ان دونوں تحریکوں کے بعد جتنی بھی دینی، سیاسی اور تعلیمی تحریکیں شروع ہوئیں اُن سب کا طریقہ مختلف

مگر مقصد ایک ہی تھا۔ فرائضی تحریک، تحریک مجاہدین، تحریک علی گڑھ، تحریک ریشمی رومال، ندوۃ العلماء لکھنو، انجمن حمایت اسلام لاہور، جامعہ ملیہ اسلامیہ دہلی اور تحریکِ خلافت نے مسلمانوں میں ایسا نظریاتی شعور بیدار کیا جو مطالبہ پاکستان کا پیش خیمہ ثابت ہوا۔ سید قاسم محمود اس حوالے سے لکھتے ہیں کہ، "تحریک خلافت نے طلباء اور علما کی سیاست میں حصہ لینے کی روایت قائم کی جو آج تک قائم ہے۔ اس تحریکِ نے مسلمانوں میں آزاد قومی تعلیم کا شعور بیدار کیا"۔[۹]

تحریک خاکسار و مجلس احرار نے بھی مسلمانوں کے نظریاتی شعور کی پختگی میں اہم کردار ادا کیا۔ اس بات کی تائید معروف صحافی الطاف حسین قریشی اپنے کالم میں کرتے ہیں کہ، "بر صغیر کے مسلمانوں کو آزاد وطن دلانے میں جو فکری، سیاسی، دینی اور تحریکی اکابرین، مجاہدین اور مختلف ادارے سر گرم رہے وہ نقطہ نظر میں اختلاف کے باوجود ایک ہی قافلے کے راہ رو تھے۔ وہ مردان حق جو کالا پانی کی جان لیوا آزمائشوں سے گزرے۔ وہ تحریکیں جو ریشمی رومال، مجلس احرار اور خاکسار کے نام سے وجود میں آئیں۔ انہوں نے انگریزوں کی ہیبت ختم کرنے میں اہم کردار ادا کیا۔ اس طرح دیوبند کی درس گاہ نے انگریزوں کے خلاف تحریک مزاحمت کی روحانی اور علمی غذا فراہم کی"۔[۱۰]

ان سب تحریکوں نے عام مسلمانوں میں ایسا نظریاتی احساس پیدا کر دیا تھا جس کی وجہ سے انہوں نے اسلام مخالف تحریکوں "شدھی، آریہ سماج، سنگھٹن، ہندو میلہ"[۱۱] اور انگریزوں کا ڈٹ کر مقابلہ کیا اور دو قومی نظریے کی بنیاد پر الگ مسلم ریاست کے حصول کو اپنا مقصدِ حیات بنایا۔ اس فکر اور سوچ کی بنیاد پر تحریک پاکستان کے دوران ایک ہی نعرہ بلند ہوا۔ پاکستان کا مطلب کیا؟ "لا الہ الا اللہ"۔ آج بعض سیکولر عناصر کا کہنا ہے کہ یہ نعرہ تحریک پاکستان کے دوران کبھی نہیں لگا اور دو قومی نظریے کے مخالفین کا یہ بھی کہنا ہے کہ یہ نعرہ قیام پاکستان کے بعد مذہبی جماعتوں نے تخلیق کیا۔ حالانکہ حقیقت اس کے بر عکس ہے۔ اس بات کی تائید ڈاکٹر عبد التوحید خان اپنے خصوصی کالم میں ان الفاظ میں کرتے ہیں کہ، "لا الہ الا اللہ کا نعرہ عین تحریک پاکستان کے عروج کے زمانے میں لگا تھا۔ سیالکوٹ کے معلم و شاعر پروفیسر اصغر سودائی نے اس نعرے کو تخلیق کیا۔ لا الہ الا اللہ کے تاریخی نعرے کے خلاف پروپیگنڈے کا مقصد دراصل پاکستان کی نظریاتی حیثیت پر سوالات اُٹھا کر نسل نو کو ذہنی الجھن کا شکار کرنا ہے۔ یہ نعرہ تحریک پاکستان کے دوران ہی لگا تھا اور مسلم لیگ کے جلسوں نے اسے پذیرائی عطا کی تھی۔[۱۲] اِس نعرہ کو نظریاتی اور فکری اساس مولانا سید ابو الاعلیٰ مودودیؒ کی تحریر "مسلمان اور موجودہ سیاسی کشمکش" نے فراہم کی، جس میں سید مودودی نے وضاحت سے بتایا کہ مسلمان ایک قوم ہیں اور ہندو دوسری قوم ہیں۔

تحریک پاکستان کے دوران جب ہندو اور کانگریسی مسلمان مذاق اُڑاتے کہ پاکستان کا کیا مطلب ہے؟ تو اس کا

جواب تحریک کے کارکن اور طالب علم اصغر سودائی کے ایک ترانے کی صورت میں دیا۔ یہ ترانہ ۴۵ مصرعوں اور ۹ بندوں پر مشتمل تھا۔ ہر بند کا آخری مصرع، پاکستان کا مطلب کیا لا الہٰ الا اللہ پر ختم ہوتا ہے۔[۱۳]

یوں تحریک پاکستان کے دوران ہر مسلمان نوجوان، بوڑھا، بچہ، عورتیں، پڑھے لکھے اور ان پڑھ اور شہری و دیہاتی جانتے تھے کہ وہ پاکستان کو کیوں اور کس بنیاد پر حاصل کرنا چاہتے ہیں، اسی لیے اپنے مقصد کے حصول کی خاطر انہوں نے کسی قسم کی قربانی سے دریغ نہیں کیا۔ اس بات کی تائید ماہنامہ نظریہ پاکستان میں سردار علی احمد خان اِن الفاظ میں کرتے ہیں کہ، "خون کی ہولی کھیلی گئی لیکن مطالبہ پاکستان نہیں بدلا۔ اس سے بڑھ کر برصغیر کے مسلمانوں کے نظریاتی شعور کی مثال نہیں ہو سکتی۔ سکھوں اور ہندوؤں کے ہاتھوں رسوائی سے بچنے کے لیے ہزاروں مسلمان خواتین نے کنوؤں میں چھلانگیں لگا کر اپنی زندگی کا خاتمہ کر لیا"۔[۱۴]

قائداعظم نے مسلمانانِ ہند خصوصاً نئی نسل میں ایسا نظریاتی شعور پیدا کر دیا تھا جس کی مثال نہیں ملتی۔ سعید راشد اپنی کتاب میں ایک بچے کا واقعہ کچھ اس طرح سے بیان کرتے ہیں کہ ۱۹۴۰ء میں غازی آباد میں ایک دس سال کا بچہ قائداعظم کے استقبال کے لیے پھولوں کا ہار پکڑے کھڑا تھا۔ قائداعظم نے از خود پہلے بچے کی طرف بڑھے اور جھک کر گلے میں ہار ڈالنے کا موقع دیا۔ قائداعظم نے بچے سے پوچھا تم کیوں آئے ہو؟ بچے نے جواب دیا آپ کو دیکھنے۔ قائداعظم نے اپنا سوال دوبارہ دہرایا تو پھر بچے نے جواب دیا قوم کے لیے اِس پر قائداعظم نے (بچے کی پیٹھ ٹھونک کر) کہا مسلمانوں کے بچوں میں اب قوم کا احساس پیدا ہو گیا ہے۔[۱۵]

المختصر تحریک پاکستان کے دوران مسلمانوں میں جو فکری و نظریاتی احساس کی حفاظت اور اسلامی نظریہ حیات کا فخر و غرور پیدا ہوا وہ آج بھی کسی نہ کسی صورت میں قائم ہے۔

قیامِ پاکستان کے بعد عوام کے نظریاتی شعور کا جائزہ

بدقسمتی سے قیام پاکستان کے وقت سے ہی مختلف گروہوں مثلاً کمیونسٹ (communist)، سوشلسٹ (socialist) اور سیکولر (secular) عناصر کا ظہور شروع ہوا۔ ان عناصر نے نوزائیدہ پاکستان کی نظریاتی بنیادوں کو ہدف بنایا اور فکری حملے شروع کیے۔ اس بات کی تائید ثروت صولت اپنی کتاب "ملت اسلامیہ کی مختصر تاریخ" میں ان الفاظ میں کرتے ہیں کہ، اشتراکیت کے عروج نے وطن اور قومیت (اسلامی) کے تصور پر ضرب لگائی۔[۱۶]

ابتدائی ادوار میں ہی ریاست پاکستان سیاسی عدم استحکام کا شکار ہو گئی۔ جس کی وجہ سے محمد ایوب خان نے ملک میں مارشل لاء لگا دیا۔ جنرل ایوب خان مغرب پسند اور لبرل انسان تھے۔ انہوں نے ترقی کے نام پر ایسے اقدامات کیے جو اسلامی نظریات کے منافی تھے۔ ایسے عائلی قوانین نافذ کیے جن میں واضح خامیاں تھیں۔ "اسلامی تعلیمات کو

مسخ کرنے اور پاکستان کی اسلامی بنیادوں سے تغافل برتنے کا نتیجہ یہ ہوا کہ پاکستان میں ان عناصر کو تقویت حاصل ہوئی جو لادینی یا سیکولر نظام کے حامی تھے۔ ملک میں جئے بنگلہ اور جئے سندھ کے نعرے بلند ہونے لگے"۔[۱۷]

جنرل ایوب کے دور میں جدیدیت و لبرل ازم کو فروغ حاصل ہوا۔ قرار داد مقاصد کی مخالفت ہونے لگی اور سیکولر عناصر نے اسلام اور نظریہ پاکستان کے خلاف کام شروع کر دیا۔ بھارت ذرائع ابلاغ کے سیکولر عناصر کو ہوا دے کر عوام کے درمیان مسلم قومیت کے رشتے و نظریاتی اساس کو کمزور کرنے میں کامیاب ہو گیا۔ جس کے نتیجہ میں پاکستان ٹوٹا۔ اس بات کی تائید ڈاکٹر صفدر محمود اِن الفاظ میں کرتے ہیں کہ، "بھارت نے پاکستان کے خلاف جنگ کا آغاز قوم پرستوں کی تشفی اور اس نقطہ نظر کے پیشِ نظر کیا تھا کہ پاکستان کی تقسیم بھارت کے طویل المیعاد مفاد میں ہے"۔[۱۸]

بھارت نے مسلم قومیت کے تصور اور پاکستان کی نظریاتی شناخت کے احساس کو ختم کرنے کی ذمہ داری اپنی خفیہ ایجنسی را RAW (Research and Analyzing Wing) -کو سونپی۔ طارق اسماعیل ساگر اپنی کتاب میں اس صورت حال کو ان الفاظ میں بیان کرتے ہیں: "را کی طرف سے بنگلہ دیش کے عوام کے ذہنوں میں یہ بات بٹھائی جا رہی تھی کہ بنگال کی تقسیم غیر فطری ہے اور اس کے ذمہ دار جناح اور ان جیسے کمیونل لیڈر تھے۔ اس منصوبے کا اگلا مرحلہ یہ تھا کہ اس غیر مقدس سرحدی لکیر کو مٹا دیا جائے"۔[۱۹]

الغرض ۱۹۷۱ میں بھارت کا پروپیگنڈا کامیاب ہوا اور ملک کے دونوں حصوں میں دینی بنیادوں کو ہلا کر رکھ دیا جس کی وجہ سے پاکستانی عوام کے نظریاتی شعور کو دھچکا لگا۔ مسعود مفتی اس حوالے سے لکھتے ہیں:، "چودہ اگست کو توحید کے ترانے کی تانیں اُڑائے جانے کی گونج ریڈیو پاکستان لاہور سے اُبھری تھی۔ پاکستان کا مطلب کیا لا الہ الا اللہ ان دنوں ڈھاکہ میں بھی یہی نعرے گونجتے تھے۔ مگر آج ہم اس کوچے سے بارشِ سنگ کے ساتھ جا رہے ہیں تو یہ سیکولر سوشلسٹ سٹیٹ آف بنگلہ دیش (Secular Socialist State of Bangladesh) ہے اور جئے بنگلہ کا نعرہ گونجا نعرہ تکبیر نہیں۔ ہم مملکت خداداد پاکستان بنا کر خدا کو دھوکا دینے میں بنی اسرائیل کو بھی مات کر گئے"۔[۲۰]

بنگلہ دیش کے قیام کے بعد مغربی پاکستان میں ذوالفقار علی بھٹو کا دور حکومت تھا۔ اس دور میں عوام میں اُس فکری اساس و ادراک کو ہرگز فروغ حاصل نہ ہو سکا جو اس وقت کی ضرورت تھا۔ بھٹو کی شخصیت میں مغربی ماحول کا کافی اثر تھا اس لیے وہ پاکستان کی معیشت کی بنیاد سوشلزم کو قرار دیتے تھے۔ اس دور میں سیکولر عناصر کو کافی عروج حاصل ہوا۔ جس کی وجہ سے لسانیت و صوبائیت جیسے ناسور اُبھرے۔ "جمہوریت کی تباہی، عدالتوں کے کام میں مداخلت، اخلاق کی تباہی، صوبائیت کا فروغ، عریانیت کا فروغ، غیر اسلامی اقدار کا فروغ، قانون کے احترام کا خاتمہ

پیپلز پارٹی کے دور حکومت کے نمایاں کارنامے ہیں۔ پاکستان کی تاریخ میں پہلی مرتبہ اس دور میں نظریہ پاکستان کا مذاق اڑایا گیا اور یہ سب کچھ اسلام کا لبادہ اوڑھ کر کیا گیا"۔[۲۱] بھٹو کے دور میں لادینیت کو فروغ حاصل ہوا اور نظریہ پاکستان کی نفی بھی ہوئی اس قسم کی بات کا اظہار آج خود پیپلز پارٹی کے رہنما قمر زمان کائرہ ان الفاظ میں کرتے ہیں کہ "بھٹو کا ویژن سیکولر پاکستان تھا۔ جمعہ کی چھٹی علماء کے دباؤ پر کی"۔[۲۲] اگرچہ اس دور میں لسانیت، صوبائیت اور اخلاقی بے راہ روی پھیلی مگر ایسے لوگ بھی موجود تھے جو اسلام و نظریہ پاکستان کے فروغ کے لیے کوشاں تھے جن کی کوششوں سے جمعہ کی چھٹی منظور ہوئی اور ۱۹۷۳ء کا آئین منظور ہوا جس میں اسلام کو ریاست کا مذہب تسلیم کیا گیا ہے۔

جنرل ضیاء الحق کے دور میں اسلامی آئیڈیالوجی کو فروغ حاصل ہوا۔ اس دور میں نظریاتی فکر و اساس کا تحفظ کیا گیا۔ پروفیسر خورشید احمد کے خیال میں: "اسلامی آئیڈیالوجی کا لفظ جنرل ضیاء الحق نے (دوبارہ) متعارف کروایا۔ اس شخص سے پہلے اسلامک آئیڈیالوجی کے لفظ کی نفی بھی ہوئی"۔[۲۳] جنرل ضیاء الحق نے اسلامی نظریاتی کونسل میں ملک کے قابلِ اعتماد علماء کو شامل کیا جس کی وجہ سے اس کونسل نے نظریہ پاکستان کے احیاء کے حوالے سے قابل قدر خدمات انجام دیں۔[۲۴]

۱۹۸۰ کے بعد سے پیپلز پارٹی کو تین بار اور مسلم لیگ نواز گروپ کو بھی تین بار اور اسی دوران جنرل پرویز مشرف کو ایک بار حکومت کرنے کا موقع ملا۔ ان ادوار میں عوام کے نظریاتی شعور و فکری اساس کا فروغ تو ایک طرف، نظریہ پاکستان کو ہی متنازعہ بنانے کی کوششیں عروج پر رہیں۔ بے نظیر کے دور حکومت میں نظریہ پاکستان کو متنازعہ بنانے کے حوالے سے طارق جان لکھتے ہیں کہ "بے نظیر بھٹو کی انڈیا کے ساتھ کنفیڈریشن، باری باری کی صدارت اور مشترکہ کرنسی کی تجویز، اور پھر اس تجویز کو پیپلز پارٹی کی ہر سطح پر پذیرائی ایک گہرے اندرونی مرض کی نشاندہی کرتی ہے"۔ ۱۹۹۹ میں جنرل مشرف نے اقتدار سنبھالا اور لبرل ازم کو فروغ دیا لیکن اسلامی آئیڈیالوجی کی حفاظت کا خاطر خواہ انتظام نہیں کیا گیا جس کی وجہ سے میڈیا کی بے مہار آزادی نے پاکستانی عوام خصوصاً نئی نسل کے نظریاتی شعور خاص طور پر رسوم و رواج اور لباس وغیرہ پر کافی منفی اثرات مرتب کیے۔ نواز شریف کی حکومت پر بھی یہ الزام عائد کیا جاتا ہے کہ ہندوستان سے دوستانہ تعلقات کی آڑ میں پاکستانی عوام میں نظریاتی شعور کے حوالے سے ابہام و شکوک پیدا کیے جا رہے ہیں۔ ہندوستان نوازی میں سیکولر عناصر کو ہوا دی جا رہی ہے۔ اس مقصد کے لیے میڈیا کا خوب استعمال کیا جا رہا ہے۔ پرنٹ اور الیکٹرانک میڈیا پر نظریہ پاکستان خصوصاً "قرارداد مقاصد" پر مباحثے بڑھتے جا رہے ہیں۔ نئی نسل کے ذہنوں سے اسلامی اقدار کو کھرچنے کی کوششیں عروج پر ہیں۔ انہیں کوششوں کے

حوالے سے سابق صدر پاکستان محمد رفیق تارڑ نے ضیاء شاہد کی کتاب کی تقریبِ رونمائی میں کہا کہ "بد قسمتی سے آج بھی پاکستان میں ایسی آوازیں سننے کو مل رہی ہیں جو قائداعظم کی سوچ کے برعکس زبان اور نسل کی بنیاد پر نعرے لگا رہی ہیں۔ جبکہ ریاست مدینہ کے بعد پاکستان اسلام کے نام پر قائم ہونے والی "نظریاتی ریاست" ہے اور رہے گی"۔[۲۶]

موجودہ دور میں عوام کے نظریاتی شعور میں ابلاغ کے کردار کا مختصر جائزہ

کیا عصرِ حاضر میں میڈیا عوام کا نظریاتی شعور تیزی سے تبدیل کر رہا ہے، اس تحقیقی مقالے کے آغاز میں اٹھائے جانے والے تحقیقی سوالات کے جوابات کے لیے مختلف شعبہ ہائے زندگی و فکر سے تعلق رکھنے والے افراد کی آراء میں ایک مختصر سا جائزہ ملاحظہ ہو۔ اس حوالے سے پروفیسر احمد سعید یوں رقم طراز ہیں کہ، "پاکستانی عوام کا نظریاتی شعور تبدیل ہو چکا ہے۔ خاص طور پر نئی نسل کے نظریاتی شعور کو میڈیا بہت تیزی سے تبدیل کر رہا ہے۔ پاکستانی میڈیا کے چند چینل بھارتی ڈراموں کی وجہ سے معصوم بچوں کے ذہنوں کو اس حد تک تبدیل کر چکے ہیں کہ معصوم بچیاں اپنی ماؤں سے یہ پوچھتی ہیں کہ شادی تو ہو گئی پھیرے نہیں ہوئے۔"[۲۷]

سینئر صحافی و کالم نگار الطاف حسین قریشی کے مطابق: "نئی نسل کے شعور اور اخلاق کی ترقی کے طریقوں پر کم توجہ دی جا رہی ہے جس سے ذہنی انتشار پیدا ہو رہا ہے۔ میڈیا بھی نظریاتی شعور میں شبہات پیدا کر رہا ہے۔ موجودہ دور کی نسبت تحریک پاکستان میں عوام کا نظریاتی شعور زیادہ تھا"۔[۲۸]

ڈائریکٹر اور پروفیسر ادارہ علومِ اسلامیہ، پنجاب یونیورسٹی ڈاکٹر محمد سعد صدیقی صاحب کے مطابق، "میڈیا شکوک و شبہات پیدا کر کے، جیسے معاشی مسائل کی وجہ سے پاکستان وجود میں آیا یا یہ کہ ہمیں اس کی ضرورت نہیں ہے (نظریہ پاکستان یعنی) نئی نسل کے نظریاتی شعور کو تبدیل کر رہا ہے۔ تحریک پاکستان کے دوران عوام کا نظریاتی شعور زیادہ تھا آج کی نسبت، کیونکہ اس وقت عام مسلمان مدارس میں داخلہ لیتے تھے۔ وہاں علماء ان کی ذہنی و فکری اور مذہبی تربیت کرتے تھے۔ آج فکری تربیت میں کمی ہے۔"[۲۹]

امیر جماعتِ اسلامی سینیٹر سراج الحق صاحب کے مطابق، "نئی نسل کے ذہنوں میں محمد بن قاسم کو لٹیرا بتا کر شکوک پیدا کیے جا رہے ہیں۔ انڈیا اور پاکستان کے درمیان لکیر حقیقت میں نظریاتی ہے۔ میڈیا میں ایک ایسی سیکولر لابی موجود ہے جو انڈیا سے دوستی کی خواہاں ہے لیکن پھر بھی ایک اجتماعی شعور موجود ہے۔ اتنے نظریاتی حملے اگر کسی اور قوم پر ہوتے تو وہ پاش پاش ہو جاتی۔"[۳۰]

الغرض عصرِ حاضر میں پاکستانی عوام خصوصاً نئی نسل کے اسلامی شعور، نظریاتی بنیادوں سے محبت، اپنی مخصوص

انفرادی شناخت، منفرد اسلامی تہذیب و تاریخ کے بارے میں ٹھوس معلومات اور فکری وضوح کا فقدان پایا جاتا ہے ۔اس تحقیق کے لیے جامعات کے تقریباً ایک سو طلبہ و طالبات سے ایک سروے کیا گیا جس سے اندازہ ہوا کہ میڈیا پاکستانی عوام خصوصاً طلبہ و طالبات کے ذہنوں میں نظریہ پاکستان، تاریخ پاکستان اور بانیانِ پاکستان خصوصاً قائد اعظم کے اسلام کے بارے میں بیانات کے حوالے سے کافی ابہام پیدا کر چکا ہے۔ نئی نسل اپنی قومی شناخت سے واقفیت ہی نہیں رکھتی جبکہ تحریک پاکستان کے دوران عوام کی فکر و سوچ اور نظریاتی شعور عروج پر تھا۔ مسلمانانِ ہند نہ صرف اپنے مقصد حیات سے واقف تھے بلکہ اسلامی آئیڈیالوجی کو بخوبی جانتے تھے اور اُن کو اپنی مسلم قومیت پر فخر تھا لیکن آج اسی فخر و غرور اور شعور کے خاتمے کے لیے میڈیا کے سیکولر عناصر ہندوستانی و یہودی لابی کے مفادات کی خاطر نظریہ پاکستان کی مخالفت کر رہے ہیں تا کہ پاکستان کے اسلامی تشخص اور شناخت کو کھرچ کر ختم کر دیا جائے۔ لسانی و نسلی تعصبات، فرقہ واریت، بے حیائی اور ہندوستانی و مغربی تہذیب کو فروغ دیا جائے۔ اس طرح عام پاکستانی خصوصاً نئی نسل آسانی سے پاکستان کو ایک سیکولر ریاست کے طور پر قبول کر لے اور دینی مدافعت کم ہو جائے۔

ایک اندازے کے مطابق ہندوستانی و یہودی لابی پاکستانی میڈیا میں اپنے اس قسم کے مقاصد کے لیے تقریباً ۱۴ارب روپے خرچ کر رہی ہے جس کے لیے آئے دن الیکٹرانک میڈیا پر ایسے ٹاک شوز (talk shows) ہوتے ہیں جن پر نظریہ پاکستان، قائد اعظم و اقبال کو سیکولر ثابت کرنا، دو قومی نظریے کی نفی، قرار داد مقاصد کی اساس کا خاتمہ، پاکستان کے دفاعی اداروں پر تنقید کرنا اور نئی نسل کے نظریاتی شعور میں ابہام پیدا کرنا مقصود ہے۔[۳۱]

آج یہ سوچنے کی اشد ضرورت ہے کہ اسلامی آئیڈیالوجی کی بجائے سیکولر نظریات کا پرچار کیونکر کیا جا رہا ہے۔ شاید اِسی دن کے لیے مسعود مفتی نے کہا تھا کہ "ہم نے پاکستان مذہب کے نام پر حاصل کیا بد قسمتی سے سیکولر نظریات پر چلایا۔ ہندوستان نے سیکولر نظریات پر حاصل کیا مگر اپنی ریاست کو مذہب کے نام پر چلا رہا ہے۔ منافق ہم بھی ہیں، منافق وہ بھی ہیں۔ بد قسمتی سے وہ ہم سے بہتر منافق ہیں"۔[۳۲]

مراجع وحواشی

۱۔ الافریقی، ابنمنظور، محمد بنمکرم، لسانالعربدارصادر، بیروت (لبنان)، ۱۹۹۰ء، ۴/ ۳۱۰۔۳۱۱

۲۔ محمد سرور، مولاناعبیداللہسندھیکےحالاتزندگی، تعلیماتاورسیاسیافکار، سندھساگراکادمیلاہور، جون۷ ۱۹۴ء، ص۳۱۹

۳۔ محمد اکرام، شیخ، آبکوثر، فیروزسنزلاہور، ۱۹۵۴ء، ص۴۳۸۔۴۳۹

۴۔ تاراچند، ڈاکٹر، تاریختحریکآزادیہند، قومیکونسلبرائےفروغاردوزبان، نئیدہلی' وزارتترقیانسانیوسائلحکومتہند، ۱۹۸۰ء، ص۲۲۔۲۳

۵۔ آبکوثر، ص ۵۲۰۔۵۲۹

۶۔ ایضاً، ص ۴۶۵۔۴۶۶

۷۔ محمد سلیم، پروفیسر، تاریخ نظریہ پاکستان، ادارہ تعلیم و تحقیق تنظیم اساتذہ پاکستان، لاہور، ۱۹۸۵ء، ص ۴۹

۸۔ سندھی، عبید اللہ، مولانا، حضرت شاہ ولی اللہ اور ان کی سیاسی تحریک، سندھ ساگر اکادمی، جنوری ۱۹۴۴ء، ص ۵۸

۹۔ قاسمی محمود، سید، اسلام کی احیائی تحریکیں اور عالم اسلام، الفیصل ناشران و تاجران کتب، غزنی سٹریٹ اردو بازار لاہور، ۲۰۱۲ء، ص ۳۵۵

۱۰۔ (روزنامہ) جنگ لاہور، ۱۲۵ پریل ۲۰۱۴ء

۱۱۔ (i) شدھی تحریک ہندو قوم پرستوں نے شروع کی تاکہ مسلمانوں کو زبردستی ہندو بنایا جائے اور اس کا اصل بانی دیانند سرسوتی تھا۔

(ii) آریہ سماج تحریک اسلام کے خلاف تھی جس کا مقصد یہ تھا کہ برصغیر میں صرف ایک ہی مذہب ہے اور وہ آریوں کا ہے۔

(iii) سنگھٹن تحریک کے بانی ڈاکٹر مونجے تھے۔ اس کا مقصد ہندوؤں کو طاقتور اور ہتھیاروں سے لیس کرنا تھا۔

(iv) ہندو مہاسبھا مسلمانوں کے خلاف تھی۔

۱۲۔ (سنڈے میگزین) جنگ لاہور، (خصوصی کالم) ۱۹ مارچ ۲۰۱۷ء

۱۳۔ قاسمی محمود، سید انسائیکلوپیڈیا پاکستانیکا، الفیصل ناشران و تاجران کتب اردو بازار لاہور، ۱۹۹۸ء، ص ۲۱۴

۱۴۔ سردار علی احمد خان، ضلع فیروزپور کے مہاجرین کا قافلہ، (ماہنامہ) نظریہ پاکستان نمبر ' نظریہ پاکستان ٹرسٹ مال روڈ لاہور، ص ۷۱، جلد ۱۶ شمارہ ۱، ۲۰۱۶ء

۱۵۔ سعید راشد، قائد اعظم گفتار و کردار، مکتبہ میری لائبریری لاہور، ۲۱ فروری ۱۹۸۶ء، ص ۸۱۲

۱۶۔ ثروت صولت، ملت اسلامیہ کی مختصر تاریخ، اسلامک پبلیکیشنز (پرائیویٹ) لمیٹڈ لاہور، ۲۰۰۶ء، ۳/ ۲۷۔۲۸

۱۷۔ ایضاً، ص ۳ / ۱۰۴

۱۸۔ صفدر محمود، ڈاکٹر، پاکستان کیوں ٹوٹا؟، سنگ میل پبلیکیشنز لاہور، ۱۹۸۷ء، ص ۱۸۱۔۱۸۲

۱۹۔ ساگر، طارق اسماعیل، کلکتہ سے آپریشن بلیو سٹار تک، ساگر پبلیکیشنز لاہور، ۲۰۱۰ء، ص ۵۹

۲۰۔ مسعود مفتی، چہرے، ص ۱۱۱۔۱۱۲

۲۱۔ ملت اسلامیہ کی مختصر تاریخ، ۳ / ۱۷۰

۲۲۔ (روزنامہ) آواز لاہور، جلد ۱۹ شمارہ ۲۲۶، ۴ دسمبر ۲۰۱۶ء

۲۳۔ خورشید احمد، پروفیسر، تحریک پاکستان سے تعمیر پاکستان تک، (ماہنامہ) ترجمان القرآن، منصورہ ملتان روڈ لاہور، مئی ۲۰۱۷ء

۲۴۔ ملت اسلامیہ کی مختصر تاریخ، ۳ / ۱۴۸

۲۵۔ طارق جان، سیکولرازم مباحث اور مغالطے محمد الحق صاحبزادہ (مترجم)، کتاب سرائے اُردو بازار لاہور، ۲۰۱۶ء، ص ۲۸۹

۲۶۔ (روزنامہ) آواز لاہور، جلد ۲۰ شمارہ ۴۹، ۴ جون ۲۰۱۷ء

۲۷۔ بالمشافہ ملاقات، پروفیسر احمد سعید (ایسوسی ایٹ پروفیسر (ر))، ۲۱ اپریل ۲۰۱۷ء

۲۸۔ بالمشافہ ملاقات، الطاف حسین قریشی (سینئر صحافی و کالم نگار)، ۵ مارچ ۲۰۱۷ء

۲۹۔ بالمشافہ ملاقات، پروفیسر ڈاکٹر محمد سعد صدیقی (ڈائریکٹر اینڈ پروفیسر ادارہ علوم اسلامیہ) پنجاب یونیورسٹی نیو کیمپس لاہور، ۲۰ اپریل ۲۰۱۷ء

۳۰۔ بالمشافہ ملاقات، سینیٹر سراج الحق (سینئر سیاستدان، امیر جماعت اسلامی)، ۱۵ گست ۲۰۱۷ء

۳۱۔ سیکولرازم مباحث اور مغالطے۔ ص ۲۹۵

۳۲۔ مسعود مفتی چہرے ' اسلامک بکس راولپنڈی۔ ۱۹۷۴۔ ص ۱۱۲